Fikr-o-Nasar (Islamabad) 24:1 (1986)
© rasailojaraid.com

تاریخ علوم میں مسلمانوں کا مقام

ڈاکٹر فؤاد سیزگین

ترجمہ : ڈاکٹر خورشید رضوی

مشہور معاصر ترک فاضل ڈاکٹر فؤاد سیزگین کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں ۔ تاریخ علوم و کتابیات عربی پر انکی مبسوط جرمن تالیف Geschichte des Arabischen Shrifttums * (تاریخ التراث العربی) عالم گیر شہرت رکھتی ہے۔ تاریخ حدیث پر ان کے نتائج تحقیق خصوصیت سے اہم سمجھے جاتے ہیں ۔

,,جامعة الامام محمد بن سعود الاسلامیة ،، کی دعوت پر ریاض جا کر انھوں نے عربی میں سات خطبات دیئے جنھیں جامعہ نے ۱۳۹۹ ھ/ ۱۹۷۹ ء میں — (اسی سال ڈاکٹر فؤاد سیزگین کو شاہ فیصل ایوارڈ دیا گیا) — ,,محاضرات فی تاریخ العلوم،، کے عنوان سے شائع کیا ۔ ان میں سے پہلے خطبے ,,مکانة المسلمین فی تاریخ العلوم،، کا اردو ترجمہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔ کھڑے بریکٹ میں مختصر اضافے راقم کی طرف سے ھیں ۔ ان اضافوں کے لئے مندرجہ ذیل مصادر سے استفادہ کیا گیا ۔

(1) Dictionary of Scientific Biography, American Coucil of Learned Societies New York — 1981.

(2) George Sarton, Introduction to the History of Science, Carnegie Institution of Washington 1927 onwards

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(3) Encyclopaedia Britanica, 15th ed. 1985

(4) Wüstenenfeld Mahler Sche, Verglei Chungs — Tabellen, Wiesbaden, 1961

(۵) القفطی، علی بن یوسف، إخبار العلماء باخبار الحکماء، مطبعة السعادة مصر ۱۳۲۶ هـ

(٦) الزرکلی، خیرالدین، الأعلام، قاموس تراجم، دوسرا ایڈیشن، مطبعة کوستاتسوماس وشرکاء، ۱۳۷۳هـ/۱۹۵۴ء وبعد

(مترجم) ۔

ہر چند کہ مورخین علوم کے ہاں مختلف علوم کی تاریخ میں بدلتے ہوئے منظر نامے کی اہمیت ایک حقیقت مسلّمہ ہے تاہم عام علمی تاریخ کی کتابوں میں، کئی صدیوں سے ایک تصور شدت سے غالب چلا آتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ علوم کا ارتقاء ــ خصوصاً ان علاقوں میں جو بحیرہ روم کے طاس میں واقع ہیں ــ دو ہی سیاسی مرحلوں سے گزرا ہے۔ ایک یونان قدیم کا مرحلہ دوسرے مغربی دنیا کا مرحلہ جس کا آغاز ,,تحریک احیائے علوم،، کے مظہر سے ہوتا ہے۔

تاریخ فکر انسانی کے خط و خال اجاگر کرنے کے ضمن میں گزشتہ چند صدیوں کی تحقیقات سے ایسے نتائج سامنے آ چکے ہیں جنہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ۔ یہ نتائج یقیناً اس قابل تھے کہ مورخین علوم کی توجہ انکی طرف مبذول ہوتی اور انکی روشنی میں نسلوں سے چلا آنے والا مذکورہ بالا تصور تبدیل ہو جاتا ۔

موجودہ صدی کی پہلی دو تہائیوں کے آغاز سے عملاً ڈنمارک کے عالم اوتو نویکباور (OTTO NEUGEBAUER) کی اہم مساعی سامنے آئیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جن کا مقصود یہ ثابت کرنا تھا کہ یونانیوں کو تاریخ علوم کے ضمن میں اولیت حاصل نہیں بلکہ انھیں زمانہ ماقبل اسلام کی بعض اقوام کی کار گزاری ورثے میں ملی تھی ۔ اس عالم کو بالآخر شاکیانہ انداز میں یہ کہنا پڑا کہ :

,,ہر وہ کوشش جو یونانیوں کے کارناموں کو ان سے پہلے کی دیگر اقوام سے مربوط کرنے کے لئے کی جاتی ہے، شدید مخالفت سے دو چار ہوتی ہے ۔ کوئی بھی یہ پسند نہیں کرتا کہ یونانیوں کی حیثیت سے متعلق جس تصور کا وہ عادی ہو چکا ہے اس میں کوئی تبدیلی لائی جائے ۔ یہ کیفیت ان تمام تحقیقات کے علی الرغم ہے جن سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یونانی دور سے قبل ڈھائی ہزار برس کا زمانہ موجود ہے جس میں مختلف ایسے کارنامے انجام دیئے گئے جن کے ہوتے ہوئے یونانیوں کا مقام، تاریخ علوم کے وسط میں متعین ہوتا ہے نہ کہ اسکے آغاز میں،،(۱)

گذشتہ دو صدیوں کے دوران علوم عربیہ پر مستشرقین کی تحقیقات نے تاریخ علوم کے اس غلط تصور کو متزلزل کرنے میں کچھ اثر دکھایا ۔ مگر وہ تقریباً اس متواضعانہ اعتراف سے آگے نہیں بڑھتا کہ عربوں نے قدیم یونانیوں اور ، احیائے علوم کے دور میں، لاطینیوں کے مابین واسطہ بننے کی خدمت انجام دی ۔

اس ضمن میں میری خواہش ہے کہ اس موضوع پر کلمۂ حق پیش کروں اور مجملاً امر واقع کا اظہار کروں ۔ ساتھ ہی ساتھ مجھے اس امر کا اعتراف ہے کہ جدید تحقیقات کے نتائج ۔ اگرچہ ہنوز محدود ہیں ۔ بہرحال حقیقت کا سراغ پانے اور اسکا اظہار کرنے کی کوشش میں ہیں ۔ عجیب بات ہے کہ اس کے بعد بھی مورخین علوم ، یونانیوں اور احیائے علوم کے مابین ایک ایسے مرحلے کو نظر انداز کرتے دکھائی دیتے ہیں جس میں بڑی تازہ کاری کا ظہور ہوا ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میری ان معروضات میں کلمۂ حق کا تقاضا ہے کہ میں تاریخ علوم میں عربوں کے ظہور کی مناسبت سے چند نکات کی نشان دھی کرتا چلوں :

اوّل یہ کہ ,,عربوں کے ھاں ابتدائے علوم کی تاریخ،، ۔ نیز یہ کہ یہ ,,کس مرحلے کے علوم،، تھے ۔ کے مسئلے پر ھنوز اختلاف رائے پایا جاتا ہے ۔

اس ضمن میں میرا نقطۂ آغاز اکثر محققین سے جداگانہ ہے ۔ میری رائے یہ ہے کہ اسلام میں فکری و عملی نتیجہ خیزی پہلی صدی ھجری ھی میں شروع ھو گئی تھی ۔

میں اس بحث کے اجمال پر ھی اکتفا کروں گا اور ان تاریخی شواھد سے صرف نظر کروں گا جن کی تفصیل میں جانا یہاں ممکن نہ ھو گا ۔

اسلامی معاشرہ جس کی تشکیل پہلی صدی ھجری کے وسط سے مختلف منظر ناموں، متعدد ثقافتوں اور متفرق زبانوں سے مل کر ھونی شروع ھوئی ، فی الواقع مختلف مکاتب فکر اور انکے افکار کا نقطہ اتصال بن گیا ۔ جبکہ اس سے قبل یہ سب عناصر ایک دوسرے سے جدا تھے ۔ اور ایک دوسرے پر ان کا اثر تقریباً مفقود تھا ۔

یہی وہ معاشرہ تھا جس نے رابطہ پیدا کیا اور اسی میں فکر انسانی کے ایک نئے دور نے جنم لیا ۔ ھمیں اس امر میں قطعاً شک نہیں کہ ابتدائی مسلمان حکام کا رویہ ، اجنبی ثقافتوں کے حاملین کی جانب سے پیش آمدہ صورت حال کے روبرو ، بے خبری کا رویہ نہ تھا ۔

لوگوں میں ایک گروہ ایسا ہے جس کے لئے یہ رائے قابل قبول نہیں کیونکہ ان کا خیال یہ ہے کہ اسلام سے پہلے عرب اس حد تک سادہ تھے کہ ان سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ اُن نئے حالات پر کوئی ردّ عمل پیدا کر سکیں، جن سے وہ دوچار ھوئے ... ایسا تصور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رکھنے والوں کی خدمت میں ہم یہ عرض کرنا چاہیں گے کہ اس بحث میں اساسی نقطہ یہ ہے کہ عرب ـ کم از کم جغرافیائی اعتبار سے ـ بابلی آرامی اقوام کے وارث تھے ـ اور اگر ایک اور زاویے سے دیکھا جائے تو وہ آس پاس کی متمدن اقوام سے مکمل طور پر کٹے ہوئے بھی نہیں تھے ـ

اس حقیقت کو سمجھے بغیر دور جاھلیت کی عربی شاعری کے بلند فنی ارتقاء اور دل کش صنعت گری، دوسری صدی ھجری کے نصف اول اور نصف ثانی میں علم نحو کی تیزی سے رونمائی اور اسکی وسیع پیش رفت نیز یونانی کتب کے ترجمے اور متعلقہ موضوعات پر ان سے اثر پذیری سے قبل نباتات ، حیوانیات اور موسیقی جیسے بعض علوم کی عجیب و غریب نشو و نما کا راز پانا از بس دشوار ہوگا ـ

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاں، دیگر اقوام کے علوم و معارف کو بےتکلف اخذ کرنے کی کوشش میں ایک اہم محرک کا بہت بڑا دخل تھا ـ اس محرک کی وضاحت فرانز روز نتھال کے اس مختصر تبصرے سے ہو جاتی ہے جو ان کی کتاب ,,اسلام میں قدیم یونانیوں کے علوم کا تسلسل (۲)،، میں وارد ہوا ہے اور جس میں وہ کہتے ہیں :

,,غیر زبانوں سے کتابوں کا ترجمہ کرانے کا وسیع کام ایک ایسا مظہر ہے کہ عملی یا نظری فائدۂ محض کا محرک اسکی توجیہ کے لئے کافی نہیں ـ بلکہ ضروری ہے کہ علم کے بارے میں خود دین اسلام کے موقف کو بھی سمجھا جائے اور یہی موقف بہت بڑا محرک تھا نہ صرف زندگی کے دینی پہلو کیلئے بلکہ انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کیلئے ـ اسلام کا یہی موقف علوم کی جستجو اور انسانی دانش تک رسائی کے دروازوں کو کھولنے کیلئے سب سے بڑا محرک تھا ـ اگر یہ نہ ہوتا تو ترجمے کا کام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صرف عملی زندگی کی بعض ضروری اشیاء تک محدود رهتا۔

میں یہاں اجمالاً اس بات کا اعادہ کرنا چاھوں گا کہ اجنبی علوم کا مرحلہ، تاثر کے اعتبار سے، ظہور اسلام کے بعد تھوڑی سی مدت میں شروع ھو چکا تھا ۔ اس کا ذریعہ پہلی صدی ھجری میں بعض کتب کے ترجمے کی وساطت سے اصحاب علوم سے رابطہ تھا ۔ اس کی حقیقت وہ نہیں جو بعض مورخین خیال کرتے ھیں یعنی یہ کہ یہ مرحلہ دوسری صدی ھجری کے وسط کے بعد، خلافت عباسیہ کے آغاز کے ساتھ۔ اور دوسری صدی کے انجام اور تیسری کے آغاز کے موڑ پر خلیفہ مامون کے قائم کردہ ,,بیت الحکمۃ،، کی تأسیس کے بعد پیش آیا ۔ اسلام کی فکری تاریخ میں اس ,,بیت الحکمۃ ،، کی اھمیت میں مبالغے سے کام لیا جاتا رہا ہے اور اسکی حیثیت کو بالکل غلط انداز میں سمجھا گیا ہے۔

استفادے کا معاملہ ۔ جسکا آغاز بہت ابتدائی زمانے سے ھوا اور جو حیرت خیز تیزی سے ترقی کرتے ھوئے استفادے سے تقلید تک جا پہنچا ــــ تیسری صدی ھجری کے اواسط سے اختراع و تازہ کاری کے مرحلے میں داخل ھو گیا ۔

پھر اس مرحلے میں بھی کہ جسے غالب رنگ کے اعتبار سے استفادہ و تقلید کا مرحلہ کہا جاتا ہے عالم اسلام کے علماء نے عربی شعر کی پیمائش اوزان کا علم یعنی علم عروض ایجاد کیا اور علم لغت و نحو کو ترقی دی ۔ علم کلام و فلسفہ کی اصطلاحات کا وسیع ذخیرہ، اصول فقہ اور خود فقہ کا علم جو مختلف قواعد پر استوار ہے ، اس پر مستزاد ھیں ۔ اس ضمن میں عربوں کا یہ تصور بھی قابل ذکر ہے کہ الجبرا ایک مستقل چیز ہے نہ کہ اعمال حسابیہ کی ایک فرع ۔ اسی طرح ھم دیکھتے ھیں کہ عربوں نے کرۂ ارض کے محیط کی ٹھیک ٹھیک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیمائش کیلئے ایسا طریقہ وضع کرنے کا اهتمام کیا جو اراطوستانس [ERATOSTHENES ، تقریباً ۲۷۶ ــ ۱۹۵ ق ـ م] کے اس طریقے سے مختلف تھا جسے غالباً اهل بابل سے اخذ کیا گیا اور جسکی درستی کا انحصار اتفاقات کے عنصر پر تھا ـ

اسی مرحلے پر عرب علماء تیقّن کے ساتھ اس نتیجے پر پہنچ گئے کہ بطلیموس [Ptolemy ـ تقریباً ۱۰۰ ـ ۱۷۰ء] کے قیاسات اور فلکی زائچے غلطیوں پر مشتمل هیں ـ چنانچہ انکی صحت کی جانچ پرکھ ، اور تصحیح و تکمیل ضروری ہے ـ اسی طرح انہوں نے چاند دکھائی دینے کے فرق کا قیاس ایسے حسابی طریقوں پر قائم کر لیا جو یونانیوں کے هاں غیر معروف تھے ـ

انہوں نے جغرافیہ پر بھی قلم اٹھایا چنانچہ ایک طرف ان جغرافیائی نتائج کو جانچا جو یونانیوں کی وساطت سے ان تک پہنچے تھے اور دوسری طرف اس جانچ پرکھ کے نتیجے میں انہوں نے کرۂ ارض کی حدود معلومہ میں وسعت پیدا کی ـ

اس مرحلے میں عربوں نے علم کیمیا کو نظری و عملی بنیادوں پر استوار کیا اور اس ضمن میں ان نتائج پر انحصار کیا جن تک مختلف اقوام نے اسلام سے فوراً پہلے کے دور تک رسائی حاصل کی تھی لیکن ان کے هاں رابطہ باهمی کی وہ صورت نہ ابھر سکی تھی جس کے ذریعے وہ ایک دوسرے سے تأثر قبول کرتے اور بالآخر ایک جامع اور مہتم بالشان امتزاج تک پہنچ جاتے ـ (حقیقت یہ ہے کہ اس سلسلے میں مجھے محققین کی اکثریت سے اختلاف ہے جن کا خیال یہ ہے کہ مسلمانوں کے هاں ,,علم الصنعة،، کے نام سے علم کیمیا کی بنیاد چوتھی صدی هجری سے قبل نہیں رکھی جا سکی تھی ـ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

هم تاریخی حقائق سے انحراف کے مرتکب نہ ہوں گے اگر ہم یہ تصور کریں کہ استفادہ و تقلید کا مرحلہ تیسری صدی ہجری کے اواسط میں آکر اختراع و تازہ کاری کے مرحلے میں داخل ہو گیا تھا ۔ اسی طرح ہم اس مرحلے ۔ یعنی اختراعی مرحلے ۔ کی ابتداء کا سنگ میل اس نقطے کو قرار دے سکتے ہیں جب مسلمان علماء کو اپنے بارے میں یہ شعور حاصل ہوا کہ وہ اختراع و تازہ کاری پر قادر ہیں اور نتیجۃً اس بات پر بھی قادر ہیں کہ ان حقائق تک رسائی حاصل کریں جن تک ان سے پہلے اہل یونان کی رسائی نہ ہو سکی تھی ۔

اگر اس شعور کی ایک مثال مقصود ہو تو ہم ,,بنی موسیٰ،، کے نام سے معروف تین مشہور بھائیوں [ابو جعفر محمد بن موسیٰ ، (م ۲۵۹ ھ / ۸۷۳ء) ابو القاسم احمد بن موسیٰ ، الحسن بن موسیٰ] کے موقف کا ذکر کر سکتے ہیں جو ارشمیدس[ARCHIMEDES ۔ تقریباً ۲۸۷ ۔ ۲۱۲ ق ۔ م] اور ابلونیوس [APPOLONIUS ۔ م ۔ دوسری صدی ق.م کا آغاز] پر ایک مشترکہ تحقیقی مطالعے میں مصروف رہے ۔ یہ تینوں بھائی ,,آ،، کے یونانی عدد کی حد بندیً قدماء کے مقابلے میں زیادہ باریکی کے ساتھ کرنا چاہتے تھے ۔ نیز انھیں زاویے کو تین متساوی اقسام میں تقسیم کے مسئلے کا نیا حل مطلوب تھا ۔ اور بسا اوقات وہ ان اغلاط کی درستی بھی کرتے تھے جو انکی رائے میں ابلونیوس کی کتاب ,,المخروطات،، [CONICS] میں سرزد ہو گئی تھیں ۔

اسی طرح ریاضیات کے میدان میں ہم یہ ذکر کر سکتے ہیں کہ الماھانی [ابو عبداللہ محمد بن عیسی، م.تقریباً ۲٦۷ ھ / ۸۸۰ ء] نے تیسری صدی ہجری کے اواسط میں یہ کوشش کی کہ تیسرے درجے کی مساوات کا عددی حل تلاش کرے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رازی [ابو بکر محمد بن زکریا ـ تقریباً ۲۴۰/ ۸۵۴ ء ـ ۳۲۳ ھـ/ ۹۳۵ ء] نے طب اور بصریات کے میدان میں اقلیدس [Euclid ، زمانہ، تقریباً ۲۹۵ ق م] اور جالینوس [GALEN ـ تقریباً ۱۲۹ ـ ۲۰۰ ء] کے اس قول کو رد کیا کہ اشیاء کے دکھائی دینے کا عمل بینائی کے آنکھ سے نکل کر اشیاء کی طرف جانے سے عبارت ہے ـ رازی وضاحت کرتے ھیں کہ دکھائی دینے کا عمل مادے سے آنکھ تک روشنی کی رسائی پر مبنی ہے ـ اسی طرح انکی یہ رائے ہے کہ آنکھ کی پتلی، آنکھ میں داخل ہونے والی روشنی کی مقدار کی مناسبت سے سکڑتی یا پھیلتی رہتی ہے ـ

ایک اور مثال الکندی [ابو یوسف یعقوب بن اسحاق الصبّاح ـ تقریباً ۱۸۵ ھـ/ ۸۰۱ ء ـ ۲۵۲ھـ/۸٦٦ء] کی ہے جو آثار علویہ (METEOROLOGY) کے میدان میں ارسطو اور دیگر علمائے یونان کے نتائج سے اختلاف کرتا ہے اور بعض نہایت اہم آراء پیش کرتا ہے جن میں سے بعض دور جدید کے نتائج سے دور نہیں ـ

میری رائے میں ,,عطاء و اختراع،، کے مرحلے کے دو پہلو نمایاں ھیں : ایک یہ کہ پانچویں صدی ھجری کے اواسط تک علماء خود کو بڑی حد تک قدیم یونانیوں کے شاگردوں کی صف ھی میں شمار کرتے رہے حالانکہ وہ خود علوم کے جملہ پہلوؤں میں شاندار جدید نتائج تک پہنچ چکے تھے ـ دوسرے یہ کہ مذکورہ بالا زمانے کے بعد سے یہ علماء خود کو ـ دیگر اقوام سے قطع نظر ـ صرف اپنے مسلمان اساتذہ کے کارناموں کا تسلسل خیال کرنے لگے ـ

,,عطاء و اختراع کے اس مرحلے کی آخری حدود کیا تھیں؟ اس سلسلے میں محققین کے ھاں یہ تصور غالب ہے کہ اسلامی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علوم میں جمود کا آغاز ساتویں صدی هجری سے هوا ۔ میں یه وضاحت ضروری سمجهتا هوں که مجهے ان محققین کے اس خیال سے اتفاق نهیں کیونکه یه ان حقائق سے مطابقت نهیں رکهتا جن کا انکشاف بهت سی ایسی تحقیقات سے هو چکا هے جو ,,جمود سے متصف،، اس صدی کے بعد آنے والے علماء کی کاوشوں سے متعلق هیں ۔

یه ثابت کرنے کے لئے دلائل کی چنداں ضرورت نهیں که علوم عربیه ، ساتویں اور آٹھویں صدی هجری میں اپنے نقطه عروج کو پهنچ گئے تهے ۔ مثال کے طور پر دوران خون کے سلسلے میں ابن النفیس [علاء الدین ابو الحسن علی بن ابی الحزم م ـ ۶۸۷ هـ/ ۱۲۸۸ ء] کی دریافت ، چهوت کے مسئلے پر لسان الدین ابن الخطیب [محمد بن عبدالله بن سعید السلمانی ۷۱۳ هـ/۱۳۱۳ ء ـ ۷۷۶ هـ/ ۱۳۷۴ ء] کی وضاحت اور نصیر الدین طوسی [محمد بن محمد بن الحسن ۵۹۷ هـ/ ۱۲۰۱ ء ـ ۶۷۲ هـ/ ۱۲۷۴ ء] کی طرف سے علم المثلثات [TRIGONOMETERY] کو ایک مستقل علم کی حیثیت سے وضع کرنے کا ذکر کیا جا سکتا هے ۔ یاد رهے که اهل غرب بالعموم علم المثلثات کو مستقل حیثیت دینے کا سهرا ریجیو مونتانوس (REGIOMONTANUS) [جرمن حساب دان و ماهر فلکیات ، JOHANN MULLER کا لقب ـ ۱۴۳۶ هـ ـ ۱۴۷۶ ء] کے سر باندهتے هیں جو پندرهویں صدی عیسوی کے اواخر میں هوا هے ۔

مزید براں ساتویں اور آٹهویں صدی هجری کے دوران شرف الدین طوسی [المظفر بن محمد بن المظفر ـ م تقریباً ۶۱۱ هـ/ ۱۲۱۴ ء] کی طرف سے چوتهے درجے کی مساوات کی تنظیم اور اس پر بحث ، علم ریاضیات میں غیاث الدین الکاشی [یا الکاشانی ، جمشید بن مسعود ـ م ـ ۸۳۲ هـ/ ۱۴۲۹ ء] کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

متعدد اہم دریافتیں ، علم الفلک میں قطب الدین شیرازی [محمود بن مسعود بن مصلح ۶۳۳ ھ/ ۱۲۳۶ ء ۔ ۷۱۱ ھ/ ۱۳۱۱ ء] اور ابن الشاطر [علاء الدین ابو الحسن علی بن ابراهیم ۔ تقریباً ۷۰۴ ھ/ ۱۳۰۵ ء ۔ ۷۷۷ ھ/ ۱۳۷۵ ء] کی شاندار مساعی اور فلسفہ تاریخ اور علم الاجتماع کی تاسیس کو بھی ذہن میں رکھنا چاہئیے ۔

یہاں میرا مقصد یہ نہیں کہ عربی میں لکھنے والے علماء کے کارناموں کو شمار کرنے کی کوشش کروں ۔ ایسی کوشش کے لئے تو کئی خطبے درکار ہوں گے ۔ علاوہ ازیں اس میدان میں تحقیق خود ابھی اپنے سفر کے آغاز میں ہے ۔ میرا مقصود صرف اتنا ہے کہ تاریخ علوم میں عرب مرحلے کے بعض اہم امتیازی اوصاف کا ذکر کر دوں ۔

میری رائے میں تاریخ علوم میں مسلمان علماء کے ظہور نے ایک اہم مظہر کی تشکیل کی ۔ وہ یہ کہ علم و دانش کے مراکز ۔ جن میں اسلام سے فوراً قبل کے دور تک یونانی اور بابلی علوم کا ورثہ ارتقا کے ایک خاص مرحلے تک پہنچ چکا تھا ـــ اب ان کیلئے باہمی تاثیر و تاثر کے امکانات بڑی حد تک مفقود تھے ۔ لیکن جلد ہی اسلامی معاشرے کی صورت میں ارتکاز کا وہ عنصر میسر آ گیا جو علم و دانش کے مراکز کو باہمی تاثیر و تاثر کے امکانات فراہم کر سکتا تھا ۔

ایک اور بات بھی بہت اہم ہے ۔ وہ یہ کہ ـــ اسلام سے فوراً قبل کے دور میں ۔ بعض علماء اپنی تالیفات کو بعض مشہور قدیم علماء کے نام سے منسوب کر دینے کا رجحان رکھتے تھے اور اس طرح خود کو ان علماء کے پیچھے چھپا لیتے تھے ۔ شاید یہ خود اعتمادی کے فقدان کا نتیجہ تھا یا ممکن ہے بعض اور اسباب کا اثر ہو جن کے باعث وہ اکثر اپنی کتابیں دوسروں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے منسوب کرنے پر آمادہ رہتے تھے ۔

یونان کے مشہور علماء سے منسوب یہ جعلی کتابیں علم و دانش کے مراکز میں متداول تھیں ۔ بعد ازاں انھیں کو اولین مآخذ کی حیثیت حاصل ہو گئی پھر یہ ترجمے کی وساطت سے مسلمانوں تک پہنچیں۔حالانکہ اس جعل سازی یا غیر حقیقی مؤلفین کی طرف نسبت میں ان کا اپنا کچھ دخل نہ تھا ۔ انھی جعلی کتابوں کی وساطت سے یونانی علوم کی اهمیت کی دھوم ہوئی اور لوگوں کو ان کے عظما ، یا مؤلفین کے نام معلوم ہوئے ۔

جہاں تک مسلمانوں کا تعلّق ہے سو ان کے ہاں بدیسی علم و دانش سے استفادے کی صورت حال نے آغاز ہی سے ــــ بلا تردد اور بغیر کسی داخلی اضطراب یا نفسیاتی الجھن کے ــــ اپنے پیشروؤں کے بارے میں ایک واضح موقف پیدا کر دیا تھا ۔ اور اس عظیم الشان موقف کی اهمیت اس وقت واضح ہوتی ہے جب ہم اسکا موازنہ لاطینیوں کے اس موقف سے کرتے ہیں جو انھوں نے اپنے اساتذہ، یعنی عربوں، کے بارے میں اختیار کیا ۔

تاریخ علوم میں داخل ہونے والے جس عنصر کو ,,وضاحت،، سے تعبیر کیا جاتا ہے اس کے حوالے سے ہم ایک اہم پہلو پر گفتگو کر سکتے ہیں اور وہ ہے عرب علماء کے ہاں اپنے پیشروؤں کی جانچ پرکھ کا عمومی انداز ۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلمان علماء نے اپنے پیش رووں سے اخذ و استفادہ کیا ۔ اور پہلی تین ہجری صدیوں میں وہ اخذ و استفادہ پر مجبور تھے ۔ انھوں نے یونانیوں سے، ہندوؤں سے ، ایرانیوں سے سریانیوں سے استفادہ کیا اور ان سب اقوام کی کتابوں کا ترجمہ کیا ۔ ساتھ ہی ساتھ انھیں آغاز کار میں یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ضرورت بھی تھی کہ ان پیش رووں کی کتابوں کو سمجھنے کیلئے ان کے جانشینوں سے مدد لیں کیونکہ وہ اصحاب دانش کے ساتھ اور ان لوگوں کے ساتھ جو واسطے کا کام دے سکتے تھے ایک ہی معاشرے میں رہ رہے تھے ـ یہیں سے ہم اس سبب کو سمجھنے کے لائق ہوتے ہیں جس نے ان کے دلوں سے غیر قوم کے اساتذہ کے سامنے متکبرانہ روش اختیار کرنے کی نفسیاتی گرہ دور کر دی، انھیں ان کے روبرو تواضع کا رویہ اختیار کرنے پر آمادہ کیا اور اپنی تنقید میں تردد یا احتیاط کا ایک خاص موقف اختیار کرنے پر مائل کیا ـ

اس بات کا یہ مفہوم نہ سمجھا جائے کہ مسلمانوں نے اپنے پیش رووں پر مطلقاً تنقید نہیں کی یا انکے ہاں قدماء پر تنقید کا حوصلہ نہیں پایا جاتا تھا ـ حقیقت اسکے برعکس ہے کیونکہ انہی علوم میں مسلمانوں کی دل چسپی کی تاریخ دیکھی جائے تو انھوں نے بہت آغاز ہی میں قدماء پر تنقید کی ـ ہاں یہ ضرور ہے کہ انکی تنقید ایک خاص وضع پر تھی جو علمائے عرب کی اپنی ہے ـ مختصر ترین الفاظ میں اسکی تعریف یوں کی جا سکتی ہے کہ یہ تنقید کا ایک اخلاقی اسلوب ہے اور ان ناقدین کو بڑی وضاحت کے ساتھ قانون ارتقائے علوم کا ادراک حاصل تھا ـ

مسلمانوں کے وہ اصول ، جنکی بنیاد پیشرو اقوام کے محرک علمی کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لینے پر تھی ، کئی بنیادوں پر قائم ہیں ـ ایک یہ کہ بعد میں آنے والے اپنے پیش رووں کے منّت پذیر ہیں ـ اور بعض غلطیوں یا لغزشوں کے واقع ہونے سے اُن پیش رووں کی قدر و منزلت میں کوئی کمی نہیں آتی نیز یہ کہ پیش رووں کی تصحیح کرنے میں کوئی شے مانع نہیں ـ بشرطیکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کسر شان اور حرف گیری میں مبالغے سے کام نہ لیا جائے ۔ مسلمان علماء کی رائے میں کوئی بھی عالم خواہ کتنا ھی عظیم المرتبت کیوں نہ ھو غلطی سے محفوظ اور لغزش سے مبّرا نہیں۔

ان اصولوں نے ان کے ھاں تنقید کے اخلاقی اصولوں کی بنیاد رکھی اور ان کی تنقید کو مفید اور باثمر بنایا ۔ تاھم محققین کی ایک بڑی تعداد اس حقیقت سے غافل رھی اور امر واقع کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ھو کر عالم اسلام کے علماء پر تنقیدی صلاحیت کے ضعف اور قدماء کی تقلید محض کا الزام عائد کرتی رھی ۔

اس موقف کی ایک مثال پیش کرنے کے لئے میں ۱۹۵۶ ء کی بوردو [BORDEUX] کانفرنس کے شرکاء میں سے ایک محقق کا ذکر کروں گا ۔ اسلامی علوم میں جمود کے سبب پر بحث کرتے ہوئے انھوں نے یہ رائے ظاھر کی کہ علمائے اسلام کی مساعی بس اسی قدر تھیں کہ انھوں نے جو کچھ اپنے اساتذہ سے سیکھا وہ تقلیدی انداز میں ٹھیک ٹھیک آئندہ نسلوں تک پہنچا دیا انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ ان علماء میں خود اعتمادی کی کمی تھی ۔ اور انھوں نے اپنے اساتذہ کے بعد کوئی نئی شے اختراع کرنے کی کوشش نہیں کی (۳) ۔

اس قسم کی رائے کی تنقیص کو سب سے پہلے تو اتنا ھی کافی ہے کہ اس عظیم فرق پر نگاہ ڈالی جائے جو بعد کی صدیوں میں شاگردوں کے کام اور اُن سے پہلے اُن کے اساتذہ کے کام میں پایا جاتا ہے۔ یہاں بیرونی کا وہ قول نقل کر دینا کافی ھو گا جس میں تنقید کی اخلاقی بنیادوں کے خط و خال نہایت اختصار کے ساتھ نمایاں ھیں ۔ بیرونی نے کہا ہے:

"میں نے وھی کیا ہے جو ھر انسان پر واجب ہے کہ اپنے فن میں کرے۔ یعنی اس فن میں جو لوگ اس سے پہلے ھو گزرے ھیں ان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے اجتہادات کو قبول کرے ۔ اور اگر کچھ خلل پائے تو بےجھجھک اس کی اصلاح کر دے اور جو کچھ خود اسے سوجھے اسے اپنے بعد آنے والے متأخرین کے لئے بطور ایک یادداشت ، محفوظ کر جائے» (القانون ۱/۴ ۔ ۵)

اسکے بعد میں اسلامی علوم کے ایک اور عنصر کو زیر بحث لانا پسند کروں گا ۔ میرا اشارہ نظریے اور تجربے کے مابین عدل و توازن کے اصول کی طرف ہے ۔

بہت سے لوگ جو اس میدان میں عرب علماء کے موقف سے بےخبر ھیں اس گمان میں مبتلا ھیں کہ بجا طور پر راجر بیکن (ROGER BACON) [م تقریباً ۱۲۹۲ ء] ایک طویل مدت سے اس منہج علمی کا بانی شمار کیا جاتا ہے جسکی رو سے علوم طبیعی میں تجربے کو تحقیق کی بنیاد تصور کیا جاتا ہے ۔ اس عالم کی سبقت کا تصور ھمارے آج کے دور تک باقی ہے ۔ لیکن علم منطق کے فاضل مورخ پرانتل (C. PRANTL) [م ۱۸۹۳ ء] نے ــ اگرچہ وہ اسلامی علوم میں اختصاص نہیں رکھتے ــ اس روش عام کے خلاف آواز اٹھائی ۔ (۴) انھوں نے کہا ,,راجر بیکن نے وہ تمام نتائج عربوں سے اخذ کئے تھے ، جو علوم طبیعیة میں اس سے منسوب چلے آتے ھیں » ۔

ویڈیمان (۵) (E. WIEDEMANN) اور شرام (۶) (M. SCHRAMM) جیسے بعض ماھرین خصوصی نے بڑی وضاحت سے تجربہ و نظریہ کے قانون کی بنیاد رکھنے میں مسلمان علماء کے مقام اور راجر بیکن اور لیو نارڈو ڈاونشی (LEONARDO DA VINCI) [۱۴۵۲ ھ ۔ ۱۵۱۹ ء] جیسے لوگوں پر ان کے نمایاں اثرات کی نشاندھی کر دی ہے ۔ اب اس روشن حقیقت میں بحث و اختلاف کی گنجائش نہیں رھی کہ مسلمان علماء کی توجہ کا انحصار محض تجربے پر نہیں تھا بلکہ انھوں نے دراصل اس مسئلے پر توجہ دی کہ تجربے سے قبل نظریے کا ھونا لازمی ہے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ان معنوں میں گویا انہوں نے تجربے کو ایک واسطے کی شکل دی جسے تحقیق کے دوران تسلسل کے ساتھ استعمال میں لایا جاتا ہے۔

ویڈیمان پوری صراحت کے ساتھ یہ کہتا ہے کہ اس موضوع پر عربوں کو اولیت کا شرف حاصل ہے بلکہ جن نتائج تک راجر بیکن پہنچ سکا وہ ان معلومات کے مقابلے میں بہت کم ہیں جو قدیم عربوں کے ہاں موجود تھیں ۔

علاوہ ازیں ویڈیمان نے مسلمان علماء کے ہاں تحقیق کے انداز اور اس کی پیشکش کے ایک اور اہم امتیازی پہلو پر بھی نظر ڈالی ہے اور کہا ہے (۷):

,,یونانیوں کے ہاں نتائج تحقیق ہمارے سامنے اپنی آخری کلاسیکی شکل میں آتے ہیں چنانچہ — بعض استثنائی صورتوں کے علاوہ — ہمارے لئے یہ ممکن نہیں ہوتا کہ ہم ان کی اٹھان کا سراغ لگا سکیں ۔ لیکن عربوں کے ہاں صورت حال یکسر مختلف ہے۔عرب جس کام میں ہاتھ ڈالتے ہیں اس کے قدم بہ قدم ارتقاء کی وضاحت کرتے ہیں ۔ کچھ اسی طرح جیسے آج ہمارے بعض محققین کرتے ہیں ۔ انکی اس وضاحت کے پیش نظر ہم یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ انکی طبعیتوں میں اپنے کام کی قدم بہ قدم پیش رفت پر اطمینان و سرور کی ایک کیفیت پائی جاتی ہے اور وہ اپنی تحقیقات میں اپنے ذوق فنی اور ان آلات کے کمال کے سبب ، جن سے وہ کام لیتے تھے ، کامیابی سے ہم کنار ہوئے ،،۔

یہ بات محققین سے پوشیدہ نہ ہو گی کہ مسلمان علماء ، مشاہدہ فطرت، مسلسل فلک بینی ، دقت نگاہ اور اپنے ان آلات کے باعث جو انھوں نے ایجاد کئے، دنیا کے سامنے اپنے پیش رووں کے مقابلے میں ایک تازہ تر مرحلے کی نمائندگی کرتے نظر آتے ہیں ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس امر سے قطع نظر کہ انہوں نے بعض نئے علوم کی بنیاد رکھی۔ اور بعض علوم کو نئی بنیادوں پر استوار کیا مثلاً نحو انشائی جس کا نام انہوں نے ,,علم المعانی،، رکھا کیمیا، بصریات، مثلثات ۔ بطور ایک مستقل علم ۔فلسفہ تاریخ اور علم الاجتماع، انہوں نے بارھا دوسری صدی سے لے کر نویں صدی ھجری تک یہ کوشش بھی کی کہ علوم کی شناخت اور تصنیف نئے زاویہ ھائے نگاہ کے مطابق کریں۔ ان تمام حقائق کے پہلو بہ پہلو ایک اور حقیقت کی تصریح بھی ضروری ہے وہ یہ کہ فلسفہ اور علوم طبیعیہ کی تاریخ اصطلاحات میں ان کا بہت بڑا مقام ہے۔ نیز یہ کہ انہوں نے صرف اتنا ھی نہیں کیا کہ جو سرمایہ دوسروں سے ان تک منتقل ھوا اسے جلا بخشی ھو بلکہ ان اصطلاحات کا بہت بڑا حصہ انہوں نے خود وضع کیا ۔ تاریخ علوم میں مسلمانوں کے مقام اور لاطینی دنیا میں انکے زبردست اثر پر بات کرتے ہوئے لازم ہے کہ ھم اس امر کو بھی زیر بحث لائیں کہ ان کا یہ اثر محض عربی کتب کے ترجمے یا صلیبی جنگوں اور مغرب و مشرق کے اتصال ھی کے باعث پیدا نہیں ھوا بلکہ بہت بڑا اثر استفادہ و تقلید کے اس عمل پر مبنی تھا جسکا آغاز دسویں صدی عیسوی میں ھوا اور تسلسل سے کئی صدیوں تک جاری رھا اس کی تکمیل تین راستوں سے ھوئی ۔

ھسپانیہ، سسلی / اٹلی ، بیزنطہ

میں یہاں اس صورت حال کی تفصیل میں نہیں جا سکتا کیونکہ یہ میرا اصل مقصود نہیں ہے۔ یہاں میرے پیش نظر چند نکات کو سامنے لانا ہے۔ ایک یہ کہ استفادہ و تقلید کا عمل لاطینیوں کے ھاں اس سے مختلف صورت میں تکمیل کو پہنچا جس میں کہ وہ عربوں کے ھاں مکمل ھوا ۔ وہ اسطرح کہ مسلمانوں کی اس تک رسائی ان لوگوں کی وساطت سے ھوئی جو اسلام قبول کر چکے تھے ۔ نیز اپنے ان ھم وطنوں کی وساطت سے جو بدیھی علوم سے واقف تھے ۔ لاطینیوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے ہاں صورت حال مختلف تھی ۔ وہ ۔ یعنی لاطینی ۔ مجبور تھے کہ علوم ، مختلف اداروں کے نظام، اور جامعات کے طریقہ ھائے کار و لائحہ ھائے عمل اپنے سیاسی اور دینی حریفوں سے اخذ کریں چنانچہ جن لوگوں سے وہ اخذ کر رہے تھے ان کے لئے دشمنی اور بغض کے جذبات رکھتے تھے اور اس کیفیت کا اثر نفسیاتی الجھنوں کی صورت میں انکے ھاں عمل استفادہ پر منعکس ہوا ۔ ایسی صورت میں عین فطری تھا کہ ان کے ھاں وضاحت و صراحت کے عنصر کا فقدان ہوتا جبکہ مسلمانوں کے ھاں دوسروں سے استفادے کے عمل میں یہی دو اصلی عنصر ہیں ۔

ایک اور بات اس سے بھی بڑھ کر ہے مسلمانوں کے علوم سے لاطینیوں کے عمل استفادہ نے سرقہ و انتحال کی صورت پیدا کر لی ۔ اس کی وضاحت کئی متخصصین بہت سے تحقیقی مضامین میں کر چکے ہیں جن میں انہوں نے کھول کر دکھایا ہے کہ کسطرح لاطینی علماء نے بعض بحثیں مسلمان علماء کی کتابوں سے اخذ کر کے خود اپنی طرف منسوب کر لیں ۔ یا مکمل کتابیں اپنی زبانوں میں ترجمہ کر کے یہ دعویٰ کیا کہ یہ ان کی طبع زاد تصانیف یا انکی اپنی تالیفات ہیں ۔ اسی طرح بعض کتابیں عربی سے ترجمہ کر کے یہ کہا کہ یہ یونانی مشاہیر مثلاً ارسطو ، جالینوس ، روفوس [RUFUS OF EPHESUS پہلی صدی ق ۔ م کے اواخر سے پہلی صدی عیسوی کے اواسط تک وغیرہ کی کتابیں ہیں ۔ اس روش اور اسکے دیگر مظاھر کی بکثرت مثالوں کا ذکر یہاں ضروری معلوم نہیں ہوتا ۔

یہاں یہ صراحت لازم ہے کہ میرا مقصد لاطینی کارگزاری کی تخفیف و توھین ھر گز نہیں ۔ میں تو بس اتنا کہنا چاھتا ہوں کہ لاطینیوں کے ھاں عربوں سے اخذ کرنے کا انداز جن محرکات پر استوار تھا وہ ان محرکات سے مختلف تھے جن کے تحت ان کے پیشرو اساتذہ یعنی عربوں نے یہ عمل اختیار کیا تھا ۔ اور ان امتیازی پہلوؤں کے ذکر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر صرف ایک حقیقت مجھے آمادہ کرتی ہے ۔ وہ ہے اس امر کی نشاندھی کہ مغربی دنیا میں علمی مرحلے کا ارتقاء مسلمان علماء سے متاثر ہے ۔ اور یہی امر بہت سے لوگوں سے مخفی ہے ۔

ایک اور بات جس کا اس سلسلہ کلام میں ذکر ضروری ہے،یہ ہے کہ علوم عربیہ سے استفادہ و تقلید کا یہ مرحلہ جو مسلمان علماء کے خلاف بغض و نفرت پر استوار تھا، ایک ایسے وقت میں پیش آیا جب علوم عربیہ سے استفادے کا معاملہ ابھی نامکمل تھا اور پختگی کو نہیں پہنچ پایا تھا ۔

یہاں دل میں ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ یہ بھلا کیونکر ممکن ہوا کہ [علم کے]مغربی مرحلے کے احیاء پر عربوں کے اثرات سے مورخین کئی صدیوں تک چشم پوشی کرتے رہے ۔ لیکن مغرب میں مسلمانوں اور ان کے علوم کے خلاف عداوت (۸) کی جو روح جاری و ساری رہی اس کی جہات کو سمجھ لینے کے بعد جواب صاف ظاہر ہے اور اس صورت حال کا پھیلاؤ غالباً راجر بیکن (۱۲۱۰ - ۱۲۹۰ ء) کے عہد تک پہنچتا ہے جس نے وہ تمام نتائج جو اس کے نام سے منسوب کئے جاتے ہیں حقیقت میں ان عربی کتب سے اخذ کئے جن کا ترجمہ لاطینی میں ہو چکا تھا ۔ پھر رایموندوس لولوس (RAYMUNDUS LULLUS) کے ظہور کو لے لیجئے جس نے اپنی پوری زندگی اور تمام تر قوت ہر عربی شے کے خلاف جدوجہد میں گزار کر ۱۳۱۵ ء میں وفات پائی۔اس شخص نے علم کیمیا پر بہت سی کتابیں تالیف کیں جن کے بارے میں حال ھی میں یہ ثابت ہوا ہے کہ ان میں سے اکثر عربی الاصل ھیں۔۔اسی طرح ان بہت سے لوگوں کو فراموش نہیں کیا جا سکتا جو علوم کو عربوں کی غلامی کے جوئے سے آزاد کرانے کے داعی تھے ۔ (۹)

اس میں شک نہیں کہ بعض علماء نے عربوں کا دفاع بھی کیا ان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں اندریاس الباغوس (ANDREAS ALPAGUS) کا نام سب سے نمایاں ہے ـ علوم اسلامیہ کا مرتبہ اس کے دل میں اس حد تک تھا کہ اس نے مشرق کا سفر اختیار کیا ـ ڈاکٹر کا پیشہ اختیار کر کے تیس برس دمشق میں قیام کیا پھر ۱۵۱۵ ء میں پاڈوا (PADUA) واپس چلا گیا اور بہت سی عربی کتابوں کا لاطینی میں ترجمہ کیا ـ انھی کتابوں میں ابن النفیس کی وہ مشہور کتاب بھی ہے جس کو مائیکل سروٹ (SERVET) [۱۵۱۱ ـ ۱۵۵۳ء] نے اپنی طرف منسوب کر لیا۔ تاہم غالب رو بغض و عداوت ھی کی رھی جو سولھویں صدی عیسوی تک جرمنی ، فرانس اور اٹلی میں جاری رھی ـ اس رو میں ایک نمایاں نام لیونہارٹ فوکس (LEONHART FUCHS) [۱۵۰۱ ـ ۱۵٦٦ ء] کا ہے جس کا تعلق ٹیوبنگن یونیورسٹی سے تھا ـ جن لوگوں نے عربوں کے خلاف کشاکش بھی جاری رکھی اور ان کی کتابوں کو اپنے نام منسوب بھی کیا ان میں ایک مشہور نام پارا سیلسوس (PARACELSUS) [ـ ۱۴۹۳ ـ ۱۵۴۱ ء] ـ کا ہے ـ

ھر چند کہ سولھویں اور سترھویں صدی عیسوی کے دوران جب مغرب میں عربوں کے مقام کو فراموش کر دیا گیا تھا ـ بالواسطہ یا بلاواسطہ عربی کتب سے استفادہ جاری تھا، اور ہے ـ تاہم علوم کے مورخین نے اپنی تواریخ ترتیب دینے کا آغاز [فراموشگاری کی] اسی فضا میں کیا ـ اٹھارویں صدی عیسوی البتہ علوم عربیہ کے حق میں ایک نیا عنصر لے کر آئی ـ یعنی مستشرقین کا ظہور جن میں سے بہت سے اس کوشش میں مصروف رہے کہ علوم اسلامیہ کو ان کا جائز حق دلائیں اور انھیں تاریخ علوم میں صحیح مقام پر رکھیں ـ اس سلسلے میں اہم ترین اور قدیم ترین شخصیت جیکب ریسکے (JAKOB REISKE) [۱۷۱٦ ـ ۱۷۷۴ ء] کی ہے اور کرٹ سپرنگل ، (KURT SPRENGEL) گوئٹے (J. W. GOETHE) [۱۷۴۹ ـ ۱۸۳۲ ء] اور الیگزنڈر فون ھمبولٹ (ALEXANDER VON HUMBOLDT) [۱۷٦۹ ـ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۸۵۹ ء] جیسے بعض مورخین اس کے ہم نوا ہوئے ۔ لیکن ان لوگوں کی مساعی روش عام پر اثر انداز ہونے کے لئے کافی نہ تھیں خصوصاً اس صدی میں کہ جب تاریخ علوم کا جدید زاویہ نگاہ پختہ ہو رہا تھا اور وہ یہ تھا کہ گیارھویں صدی عیسوی سے آگے تمام علمی نتائج کو مطالعۂ علوم یونانی کی نوبیداری تصور کیا جائے ۔ اسی تصور کے نتیجے میں ,,احیائے علوم،، کی اصطلاح وجود میں آئی ۔

باوجودیکہ بعض علماء کی مخالفانہ روش علوم کی تاریخ عمومی کے بنیادی خطوط میں اسی صورت حال پر مصر رہی ہے اور آج بھی بڑی حد تک اسکے اثر کو باقی رکھے ہوئے ہے؛ تاہم بعض مستشرقین کی کوشش سے بعض میدانوں میں غلط فہمیوں کا ازالہ ممکن ہو سکا ہے۔ خصوصاً ان علوم کی شاخوں میں جن پر محققین نے اپنے کام کا آغاز موجودہ صدی سے قبل کیا تھا ۔ یہ [ازالہ] ان لوگوں کو اسی نسبت سے حاصل رہا ہے جس نسبت سے وہ روش عام کے اثر سے محفوظ تھے اور انیسویں صدی عیسوی کی سوچ پر لگی ہوئی چھاپ ـــــ جو وضعی مکتب فکر (POSITIVISM) کے نام سے معروف ہے۔ کے شکار نہ تھے ۔

توقع رکھنی چاھئیے کہ علوم عربیہ کے مقام کا مسئلہ مستقبل قریب کی علمی تاریخ میں ھمارے زمانے سے بڑھ کر عدل و انصاف پر مبنی ہوگا ۔ اور اس توقع کو عملی جامعہ پہنانے کے لئے اس اسلامی ورثے کے وارثوں پر یہ لازم ہے کہ وہ اظہار حقائق میں بھر پور حصہ لیں ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حواشی

۱ ۔ دیکھیئے راقم کا مقالہ ,,کتاب مہرجان افرام حنین،، بغداد ، ۱۹۷۴ء ، ص ۳۳۷

۲ ۔ دیکھیئے : Fr. Rosenthal, Das Fortleben der Antike imlslam. Stuttgart, 1965. S. 18.

۳ ۔ H. Ritter, Hat die religiöse Orthodoxie einen
Einfluss auf die Dekadenz des Islams ausgeübt?

در کتاب : Klassizismus und Kulturverfall. Frank furt 1960, S.136

۴ ۔ اپنی کتاب تاریخ منطق میں (Geschichte der Logik, III, Leipzig,1927,121)

۵ ۔ اپنے متعدد مقالات میں خصوصاً دیکھیئے
Die Naturwissenschaften bei den Orientalischen Völkern.
Erlnger Aufsatze aus eruster Zeit ,1917, S.42 — 58.

۶ ۔ اپنے بعض مقالات میں خصوصاً دیکھیئے انکی کتاب
Ibn al Haythams Weg Zur Physik, Wiesbaden, 1963.

۷ ۔ اپنے متعدد مقالات میں ، خصوصاً دیکھیئے
Die Naturwissenschaften bei den Orieutalischen Völkern .
Erlnger Aufsatze aus ernster Zeit, 1971, S.42 — 58

۸ ۔ پروفیسر H. Schipperges نے اس موضوع پر ایک مفصلاً مضمون لکھا
ہے جس کا عنوان ہے Ideologie und Historiographie des Arabismus.
دیکھیئے رسالہ Sudhoffs Archiv ، سال ۱۹۶۱ء ۔

۹ ۔ ایضاً ص ۱۱ ۔ ۱۲ ، ۱۵

© rasailojaraid.com